تحریک آزادی میں پنجابی شاعری کا کردار
تحقیقی و تنقیدی جائزہ

محمد عرفان الحق☆

پس منظر

۱۷۰۷ء میں اورنگزیب عالمگیر کی وفات(۱) کے بعد اس کے کمزور جانشین وسیع سلطنت کو نہ سنبھال سکے۔ مرکز کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دکن میں مرہٹوں ، پنجاب میں سکھوں اور دہلی اور آگرہ کے درمیانی علاقوں میں جاٹوں نے شورش برپا کر دی۔ اسی زمانے میں بنگال، دکن اور اودھ کے صوبیداروں نے نیم خود مختار ریاستیں قائم کر لیں۔ جس سے مرکزی حکومت مزید کمزور ہو گئی اور اس کی آمدنی بھی گھٹ گئی۔ ان حالات میں مغل بادشاہ کے لئے ملکی دفاع کی خاطر بڑی فوج رکھنا مشکل ہو گیا۔ ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے برصغیر پر حملہ کر کے مغل بادشاہ محمد شاہ رنگیلا (م ۱۷۴۸ء) کو کرنال کے مقام پر شکست دی۔(۲) پنجابی شاعر نجابت نے نادر شاہ دی وار (۳) کے عنوان سے اس حملے کی خوب نقشہ کشی کی ہے۔

۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کے قتل (۴) کے بعد احمد شاہ ابدالی (م ۱۷۷۲ء) نے افغانستان میں ایک خودمختار حکومت قائم کرنے کے بعد برصغیر پر کئی حملے کئے اور مغل سلطنت

☆ حبیبی ہاؤس ، گارڈن ٹاؤن، پتوکی، ضلع قصور

کی رہی سہی ساکھ بھی ختم کر دی۔ اس دور میں پنجاب میں احمد شاہ کے حملوں اور لوٹ مار کی وجہ سے یہ شعر زبان زد عام ہو گیا:

کھادا پیتا لاہے دا
باقی احمد شاہے دا(۵)

مغلوں کے دور زوال میں برصغیر میں مسلمانوں کا درد رکھنے والے کئی بزرگوں نے اصلاح حال کا بیڑا اٹھایا۔ ان بزرگوں میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۷۶۲ء)(۶) حضرت شاہ عبد العزیز (م ۱۸۲۴ء)(۷) سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید شامل ہیں۔ سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل نے ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔(۸)

انگریز تجارت کی غرض سے برصغیر آئے تھے۔ انہوں نے یہاں کے حالات سازگار دیکھے تو چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے معاملات میں دخل اندازی کے ذریعے اپنا اثر ورسوخ بڑھایا۔ مرکزی حکومت کی کمزوری اور ریاستوں کی نیم خودمختاری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۷۵۷ء میں نواب سراج الدولہ سے بنگال فتح کرنے کے بعد کم وبیش ایک سو سال کے عرصے میں پورے برصغیر پر قبضہ کر لیا۔(۹) ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد برصغیر کی حکومت ایسٹ انڈیا کے ہاتھ سے نکل کر براہ راست تاجِ برطانیہ کے ماتحت چلی گئی اور برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ نے ہندوستان کو باقاعدہ طور پر برطانوی نو آبادی بنانے کا اعلان کر دیا۔

قبل ازیں انیسویں صدی کے وسط میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چھوٹے موٹے سرداروں، جاگیرداروں، نوابوں اور راجوں کی راجدھانیوں کو ختم کر کے پنجاب میں ایک علیحدہ خودمختار ریاست کی بنیاد رکھی۔ اس طرح تاریخ میں پہلی مرتبہ پنجاب ایک خودمختار ریاست کا روپ دھار کر کابل سے کشمیر اور ستلج سے سندھ تک پھیل گیا۔ اس وقت تک برصغیر کے بیشتر

حصے پر انگریزی راج قائم ہو چکا تھا۔ لیکن پنجاب میں مضبوط حکومت کے سیاسی تدبر کی بنا پر انگریز کو پنجاب پر قبضے کا موقع میسر نہ آ سکا تھا۔ ۱۸۳۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات(۱۰) کے بعد جب لاہور کا دربار بھی سازشوں کا مرکز بن گیا تو انگریز کو تیج سنگھ، گلاب سنگھ اور لال سنگھ کی صورت چند ہمنوا میسر آ گئے جن کی غداری کی بدولت ۱۸۴۹ء میں وہ پنجاب پر بھی اپنا راج قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پنجابی شاعری میں ان سکھوں کی غداری کا تذکرہ اس طرح سے موجود ہے:

گھروں گئے فرنگی دے مارنے نوں بیڑے توپاں سب کھوہا آئے
پھر آفتاں مگر لائیو نیوں سگوں اپنا آپ گوا آئے
خوشی وسدا شہر لہور سگوں کنجیاں ہتھ پھڑا آئے
شاہ محمد کہندے نے لوک تسی چنگیاں پوریاں پا آئے(۱۱)

انگریزی حکومت کے ظلم وستم سے تنگ آ کر مقامی لوگوں نے انگریزی سامراج سے آزادی کے لئے ۱۸۵۷ء میں ایک بھرپور کوشش کی جسے جنگ آزادی کا نام دیا گیا۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد مقامی لوگ خاص طور پر مسلمان حکومت کی بے جا پابندیوں کی زد میں آ گئے۔ درج ذیل اشعار اس صورتحال کی بہترین تصویر کشی کرتے ہیں:

لباں تے پہرے نگاہواں تے پہرے
میں جتھوں وی لنگھاں اوہ راہواں تے پہرے
اودوں دی میری جان تے بن گئی اے
جدوں دے نے لگے ایہہ ساہواں تے پہرے(۱۲)

انگریزی حکومت کے قیام کے وقت پنجاب میں پنجابی اور فارسی زبانیں رائج تھیں۔ اس طرح دیہاتوں میں جو نظام چل رہا تھا اس کے تحت زمین گاؤں یا قبیلہ کی مشترکہ ملکیت تصور ہوتی تھی اور بادشاہ کا مقرر کردہ جاگیر دار مالیہ وصول کرتا تھا۔ اس جاگیر کا مطلب یہ نہیں

ہوتا تھا کہ وہ اس جاگیر کا مالک ہوگیا ہے بلکہ اس کا صرف یہ مطلب ہوتا کہ وہ اس اراضی سے مالیہ وصول کر کے اپنا مقرر کردہ حصہ رکھنے کے بعد باقی مرکز بھجوا دے۔ جاگیردار کو نہ تو اراضی کی فروخت کا کوئی حق حاصل تھا اور نہ ہی اس زمانے میں اراضی کی فروخت کا تصور موجود تھا۔(۱۳)

پنجاب میں انگریزی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی یہ سارا نظام تبدیل ہو گیا۔ یہاں رائج زبانوں پنجابی اور فارسی کی جگہ انگریزی اور اردو کا نفاذ کر دیا گیا۔ ہندوستان پر قبضے کے بعد انگریزی حکمرانوں نے باقی علاقوں میں تو اصلاحات شروع کر دیں مگر پنجاب کو جان بوجھ کر نظر انداز کئے رکھا۔ حقیقتاً وہ سخت جان، نڈر، دلیر اور مجاہدانہ صفتوں سے متصف پنجابی نوجوان سے سخت نالاں تھا۔ جس کی وجہ سے اسے پنجاب پر قبضے کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے نہ صرف ایک صدی تک انتظار کی سخت ہزیمت اٹھانا پڑی بلکہ مالی اور جانی ہر لحاظ سے بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ جبھی تو اسے یقین تھا کہ سخت جان پنجابی قوم موقع ملتے ہی اسے اس دھرتی سے نکال کر باہر کرے گی۔

برصغیر پر انگریز کے قبضے کا سب سے بڑا مقصد اس علاقے کو اپنی ایسی تجارتی منڈی بنانا تھا جہاں مستقل طور پر اس کی مصنوعات کی فروخت کا بڑے سے بڑا ہدف حاصل ہوتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبضے کے بعد حکمرانوں نے مقامی گھریلو صنعتوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ جس سے مقامی لوگ یورپی صنعتوں کی تیار شدہ اشیاء خریدنے پر مجبور ہو گئے اور آج بھی اپنے آپ کو ذہنی طور پر اس سے آزاد نہیں کر پائے۔

پنجاب قدرتی طور پر ایک زرخیز علاقہ ہے۔ زیادہ لوگوں کا تعلق زراعت سے رہا ہے اور خام مال سے گھریلو صنعتوں کے ذریعے ضرورت کی اشیاء تیار کی جاتی تھیں۔ یہاں اکثر تجارت مال برائے مال کی طرز پر ہوتی تھی۔ اس لئے روپے پیسے کے لین دین کا زیادہ رواج نہ تھا مگر مقامی صنعتوں کے تباہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو جب یورپی صنعتوں کی تیار

شدہ اشیاء کی طرف مائل ہونا پڑا تو انہیں خریدنے کے لئے روپے کی ضرورت پیش آئی۔ مقامی لوگوں کے لئے رقم کے حصول کا واحد ذریعہ اپنی زرعی پیداوار کی فروخت تھی۔ دوسری جانب انگریزی سرکار نے پنجابیوں پر ایک بڑا ظلم یہ کیا کہ اپنے معاشی مفادات کے پیش نظر مالیہ وصول کرنے کا زیادہ سے زیادہ ہدف حاصل کرنے کے لئے اراضی پر انفرادی ملکیت کا رواج فروغ دیا۔ پہلے مالیہ زرعی پیداوار کا ایک حصہ ہوتا تھا مگر نئی حکومت نے رقبے کے اعتبار سے مالیہ مقرر کر دیا اور اس کی وصولی نقد رقم کی صورت میں لازم قرار دے دی۔ اس کا عام لوگوں پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے اتنی اراضی ہی اپنے قبضے میں رکھی جس کا وہ مالیہ ادا کر سکتے تھے اور جو لوگ مالیہ ادا کرنے سے قاصر تھے وہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مزارع بن گئے۔(۱۴) جو شخص اپنی زرعی پیداوار سے مالیہ ادا نہیں کر سکتا تھا اسے مالیہ ادا کرنے کے لئے قرض کی ضرورت پیش آئی۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مہاجن سے سود پر قرض لینے کا رواج عام ہوا۔ اس سود کی ادائیگی ناممکن حد تک مشکل ہوتی۔ اس طرح عام لوگوں کے نسل درنسل مقروض ہونے کا ایک وسیع سلسلہ شروع ہو گیا۔

شہروں میں بھی مسلم تعلیم کو عمداً نظر انداز کر دیا گیا اور اسلامی قانون کی جگہ انگریزی قانون نے لے لی(۱۵) پنجاب میں تمام سرکاری اور نیم سرکاری ملازمتیں مقامی لوگوں کے ہاتھوں سے نکل گئیں اور اس خلا کو دیگر صوبوں کے ہندوں نے پر کیا۔ اب صورتحال یہ تھی کہ سود پر قرض دینے والا ہندو تھا، وکیل بھی ہندو تھا اور عدالت کرسی پر براجمان منصف بھی ہندو ہی تھا۔ یہ سب لوگ ایک دوسرے کے کاروباری شراکت دار تھے اور عوام کی غربت، کسمپرسی اور مایوسی کا یہ حال تھا:

منے جاندے دولتاں مال والے
بیڑہ غرق ہویا سنسار والا
مار چھڈیا راج فرنگیاں دے
رہیا سورما کوئی نہ کار والا(۱۶)

مسلم اور سکھ دور حکومت میں یہاں کسی تھانے اور کچہری کا تصور اس طرح سے موجود نہ تھا۔ مگر انگریزی قانون کے نفاذ کے ساتھ ہی یہاں تھانے اور کچہری کا قیام عمل میں آیا۔ یورپ میں تو تھانہ اور کچہری عوام کی سہولت کے لئے قائم ہوئے تھے مگر یہاں انگریزی سرکار نے مقامی مخالفین کو دبانے کے لئے ان اداروں کا بھرپور استعمال کیا۔ جس سے عوام میں آزادی کا شعور پیدا ہوا۔

اپنے دیس کوں آپ وسا توں پٹ انگریزی تھانے(۱۷)

مسلم آبادی اور خاص طور پر پنجاب کی غریب آبادی میں بڑھتی ہوئی بے چینی اور علاقے کی بگڑتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر جب انگریز سرکار نے انتقال اراضی پر پابندی کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو ہندو بنیے ، ہندو وکیل ، ہندو منصف ، ہندو استاد حتیٰ کہ درمیانے درجے کے تمام ہندوؤں کو ایک متشدد فلسفے کی ضرورت پیش آئی جس کے نتیجے میں کئی تحریکیں اٹھیں۔ ان تحریکوں میں راشٹریہ سیوک سنگھ، ہندو مہاسبھا اور شدھی زیادہ نمایاں ہیں۔

اس صورتحال میں جبکہ غربت، افلاس اور پسماندگی نے مسلمانوں کے ایمان کوڈانواں ڈول کرنا شروع کر دیا اور مسلم تشخص کو خطرہ لاحق ہوا تو ان میں بھی جداگانہ قومی تشخص، انفرادیت اور سماجی شعور کو اجاگر کرنے اور غیروں کو غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کا آغاز ہوا۔ چنانچہ مومن کانفرنس، جمعیت علمائے ہند، ختم نبوت، احرار، ریشمی رومال، حریت کشمیر، ہجرت ، خلافت، چھپن فیصدی اور خاکسار تحریکیں اپنے اپنے مقاصد کے تحت منظر عام پر آئیں۔ اس سارے عمل میں پنجابی شاعری نے ایک نیا جوش جذبہ اور بھرپور ولولہ پیدا کیا۔

تسیں جبل طارق و چوں پار ہو گئے پچھے بیڑیاں نوں لاکے اگ یارو
چھجے والیاں ٹوپیاں پھوک دیو تے سنبھال لو اپنی پگ یارو(۱۸)

دم دتیاں باجھ نہیں دم ملدا بنا دم دے ڈھوئے نہیں ڈھوئے جاندے
درد باجھ نہیں سینے وچ چھیک پیندا چھیک باجھ نہیں موتی پروئے جاندے
شرفؔ داغ غلامی دے دیش اتوں قومی خون دے باجھ نہیں دھوئے جاندے(۱۹)

علاوہ ازیں پہلی عالمی جنگ نے بھی ہندوستان میں طبقاتی توازن میں زبردست ہلچل پیدا کی۔ برصغیر میں اس جاگیردار طبقہ، جس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے یہاں قبضے میں نمایاں کردار ادا کیا اور پھر انگریزی حکومت نے اس پر بے شمار نوازشات کی تھیں، پر زیادہ اعتماد اور انحصار تھا۔ لیکن جنگ کے دوران جب فوجی بھرتی کا سلسلہ شروع ہوا تو اس مقصد کے لئے برطانوی شہنشاہیت کے نمائندوں نے جو مظالم ڈھائے اس نے یہاں زبردست بے چینی پیدا کر دی اور خود اس زمیندار طبقے میں بھی حکومت سے نفرت پیدا کر دی۔ خاص طور پر پنجاب کے دیہات نوجوانوں سے خالی ہو گئے اور ان علاقوں سے کچھ نوجوان مختلف ممالک میں فرار ہو گئے اور اسی بے چینی میں انہوں نے دوسرے ممالک میں پناہ لی اور بغاوت کی بنیاد رکھی۔ اس زمانے کی پنجابی شاعری نے تمام رکاوٹوں کو بالائے طاق رکھ کر انگریزی سامراج کے ظلم وتشدد کے خلاف مجبور اور محکوم عوام کے جذبات کی ترجمانی کی:

ڈس انگریزا کیوں ایہہ ظلم کمائے نی
بچھڑے ساڈے کتھے ونج کوہائے نی(۲۰)

....

ایہہ ڈاڈھا راج انگریز دا
جیہڑا پے آدم دے مڈھ گیا(۲۱)

۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ کے اعلان کے بعد سے ۱۹۱۸ء تک ہندوستان میں فوجی بھرتی کا کام اپنے عروج پر رہا، چنانچہ اس دوران بھرتی ہونے والے نوجوانوں کی حسب ذیل ہے۔(۲۲)

سال	بھرتی ہونے والے کل نوجوان	پنجابی جوان
۱۹۱۴ء	۲۸ ہزار	۱۴ ہزار
۱۹۱۵ء	۹۳ہزار	۶۴ ہزار
۱۹۱۶ء	۲ لاکھ ۲۵ ہزار	ا لاکھ ۱۰ ہزار
۱۹۱۷ء	ا لاکھ ۸۶ ہزار	۹۵ ہزار
۱۹۱۸ء	۳لاکھ ۱۷ ہزار	ا لاکھ ۳۴ ہزار

ان اعداد و شمار کی روشنی میں یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ پنجاب میں اصلاحات نافذ نہ کرنے، مقامی صنعت کو تباہ کرنے، اور یہاں بیروزگاری عام کرنے کے منصوبے کے پس منظر میں اصل محرک کیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۳۱ء تک ہندوستان کی صنعتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد ۲ لاکھ کم کر دی گئی جبکہ آبادی میں ۳ کروڑ ۸۰ لاکھ کا اضافہ ہوا۔ (۲۳)

اسی طرح دنیا میں ایک بڑی تبدیلی یہ آئی کہ ۱۹۳۰ء میں سارا سرمایہ داری نظام تاریخ کے مہلک اور شدید ترین اقتصادی بحران کا شکار ہو گیا۔ اس بحران نے سرمایہ دار دنیا اور اس کی نو آبادیات پر شدید اثرات مرتب کئے۔ اس زمانے میں انگلستان جیسے ترقی یافتہ ملک کے لاکھوں باشندے بے روزگار ہو گئے۔لیکن اس کے برعکس پہلے اشتراکی ملک سویت روس میں پہلا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ وقت سے پہلے مکمل ہو گیا۔ اور اس کی صنعتی پیداوار میں بھی اضافہ ہوا۔ بیروزگاری تقریباً ختم ہو گئی۔ اس امر نے سرمایہ دار دنیا کے محنت کشوں کو سیاسی سوجھ بوجھ عطا کی اور وہ محسوس کرنے لگے کہ سرمایہ داری نظام میں کچھ خرابیاں ہیں اور ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس نظام کو تبدیل کر دیا جائے اور اس کی جگہ اشتراکی نظام لایا جائے۔

ہندوستان پر بھی اس بحران کے اثرات کم واضح نہ تھے۔ اقتصادی بحران نے

ہندوستان کے محنت کش کو بھی پریشان کیا۔ چنانچہ یہاں بھی بیروزگاری کی وجہ سے مایوسی اور عدم اطمینان کے باعث حکومت کے خلاف عرصے سے جاری ہنگاموں میں شدت آ گئی۔ پنجاب میں اس عرصے میں جلیانوالہ باغ (۲۵) اور غازی علم الدین کی شہادت (۲۶) جیسے واقعات رونما ہو چکے تھے۔ کشمیر میں تحریک حریت جاری تھی۔ قبل ازیں خلافت اور ہجرت کی تحریکوں نے بھی انگریزی سرکار کو خاصا پریشان کر رکھا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کے زوال کی بڑی وجہ جدید علوم و فنون سے ناآشنائی تھی۔ وہ لوگ دنیا کے ساتھ قدم ملا کر نہ چل سکے تھے۔ ان کی اسی ناآشنائی کا فائدہ انگریزوں نے اٹھایا۔ انگریزی حکومت کے قیام کے بعد جب کچھ لوگوں نے جدید علوم و فنون سے آشنائی حاصل کی تو انہیں اپنی قوم کی کمزوریوں کا احساس ہوا تو انہوں نے عوام کو آئینہ دکھایا۔ اس ساری صورتحال میں یہاں آزادی کی تحریک ایک نئے جوش اور ولولے سے شروع ہوئی۔ تحریک آزادی کے اس قافلے کے مسافر مسلمان اور ہندو دونوں ہی تھے مگر اپنی فطرت اور طبیعت کے باعث ہندو اس مشترکہ جدوجہد آزادی میں اخلاص اور مساوات کا عملی مظاہرہ نہ کر سکے۔ جس کے باعث دونوں قوموں کے رستے جدا جدا ہو گئے۔

آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانان ہند اور آل انڈیا کانگریس ہندوؤں کی نمائندہ جماعتوں کی حیثیت سے منظر عام پر آئیں۔ پنجاب میں ہندو سکھوں کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئے تو پنجاب میں مسلمانوں کو انگریزی سرکار کے ساتھ ساتھ ہندو بنیئے، سکھ سردار اور جاگیردار کے خلاف بیک وقت کئی محاذوں پر برسرپیکار ہونا پڑا۔ لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود پنجابیوں کی آزادی کے لئے بھرپور جدوجہد کا اندازہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان کے پاس ہونے اور تحریک آزادی کے اس فائنل راؤنڈ میں پنجابیوں کی جانب سے دی جانے والی ان گنت قربانیوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

پنجابی شاعری نے تحریک آزادی کے ان تمام مناظر کی بھرپور نقشہ کشی کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر موقعہ پر زبردست عزم کے ساتھ مسلمانوں کے جذبہ حریت کو ابھارا اور انہیں کامیابی کی جانب گامزن کیا۔ اس تمام پس منظر کے پیش نظر تحریک پاکستان میں پنجابی شاعری کے کردار کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ حسب ذیل ہے۔

تحریک آزادی میں پنجابی شاعری کا کردار

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرار دار پاکستان کی منظوری کے ساتھ ہی کاروان آزادی منزل پاکسان کی جانب تیزی سے رواں دواں ہو گیا۔ آزادی کے اس سفر میں شرکائے سفر کے عزم، حوصلے، استقلال اور جوش و جذبے کے سامنے کوئی بھی بند نہ باندھ سکا اور پھر دنیا نے یہ دیکھا کہ قائداعظمؒ کی زیر قیادت یہ کاروان محض سات سال کے قلیل عرصے میں اپنی منزل تک جا پہنچا۔ مجاہدین آزادی کے اس جوش و جذبے اور عزم و استقلال کو فعال اور اثر انگیز بنانے کے لئے اس زمانے کی شاعری نے جو ناقابل فراموش اور غیر معمولی کردار ادا کیا وہ اوراق تاریخ میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جاتا رہے گا۔

لاہور زمانہ قدیم سے ہی سیاسی اہمیت کا حامل شہر رہا ہے۔ یہاں سے شروع ہونے والی تحریکوں نے نہ صرف پنجاب بلکہ پورے برصغیر کے تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ علمی و ادبی سرگرمیوں کے حوالے سے بھی اسے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اسی طرح تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے اہل لاہور نے بھرپور انداز میں جو جدوجہد کی اسے اس تحریک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس جہد مسلسل کے پس منظر میں پنجابی شاعری کا کردار بڑا جاندار ہے۔

اتحاد امت تحریک آزادی کی بنیادی ضرورت تھی اور پنجابی شاعری نے اس ضرورت

کو بروقت محسوس کرتے ہوئے اس بات کا پرچار کیا:

مولا کرم کر دے ہند دے حال اتے مسلمان ایہدا مسلمان ہووے
دلوں کڈھ کدورتاں ساریاں نوں اک دوسرے توں قربان ہووے(۲۷)

تحریک پاکستان کو ہائی جیک کرنے کے لئے کانگریس اور اس کے حامیوں نے جب نوٹ کے بدلے ووٹ کا بھیانک کھیل کھیلنا چاہا تو پنجابی شاعری نے فوراً اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی:

ایہہ دولتاں توں بندے خریدے نیں سکھیا ووٹ تھلے ایہناں نوٹ دھرنا
توڑ تاڑ کے حرص دے جال سارے ممبر اپنا تسی مدوٹ کرنا(۲۸)

تحریک کے اس نازک ترین دور میں حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے پنجابی شاعری نے مسلمانان ہند کو قابل عمل راہ دکھائی:

اٹھ مسجداں آباد کر
مڑ کے خدا نوں یاد کر
جندڑی جناح توں وار دے
سر توں ایہہ بھار اتار دے
ایہہ پندھ ہے نزدیک دا
کر سنگ مسلم لیگ دا
اسلام دا سکہ چلا
سکے تے لکھ دے لا اللہ
فیر میریاں لیراں وی لاہ
توفیق جے دیوی خدا

تیری نظر ہے جاندی
رکھ آس پاکستان دی(۲۹)

پنجابی شاعری نے مسلمان قوم کی درست سمت میں راہنمائی کرتے ہوئے مجاہدین آزادی کا ہر لحظہ مورال بلند رکھا اور ان کے کردار کو سراہا:

قائداعظمؒ دی سچی آواز سن کے مسلمان میدان وچ آ گیا اے
پہلا جوش ایمان لے دلاں اندر ہر جان اج جان وچ آ گیا اے(۳۰)

قرارداد لاہور میں جہاں انگریز حکمرانوں سے مسلمانوں کے لئے ایک الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا وہیں یہ بات بھی واضح کی گئی کہ اس نئی مملکت اسلامیہ میں خدا اور اس کے رسول کا نظام نافذ کیا جائے گا اور تمام لوگوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔ اس طرح مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کی بقا اور سلامتی کا وہ مقصد جس کے لئے جدوجہد جاری ہے، حاصل ہو سکے گا۔ حقیقت میں ایسا اعلان امت مسلمہ کے لئے نوید صبح نو تھی۔ پنجابی شاعری نے مسلمانوں کے دل کی اس آواز کو صفحہ قرطاس پر یوں رقم کیا:

سارے فیصلے ہون قرآن اتے اگے وانگ اسلام دی شان ہووے
عشق لہر کہ نبی دا واسطہ ای ایس ملک اندر پاکستان ہووے (۳۱)

اس زمانے میں جب قائداعظم کی کردار کشی کی بھرپور کوششیں ہو رہی تھیں۔ پنجابی شاعری نے ان کے اصل کردار کو اجاگر کیا اور عوام کے سامنے ان کی اصل شخصیت کی نقشہ کشی کی:

کدی اگے کدی پچھے کدی کھبے کدی سجے
پٹیل اتے نہرو بڑے نسے بھجے
پھڑائی نہ دتی، جناحؒ تیرے بلے

کتے ٹھی ماری کتے چاٹ چھڈی
کبڈی، کبڈی، کبڈی، کبڈی(۳۲)

اس کے ساتھ ہی پنجابی شاعری نے ہندو لیڈروں کو یہ باور کرایا:

گاندھی، نہرو، پٹیل نوں کہوں جا کے گھٹا اپنا آپ کیوں چھاندے نیں
پاکستان ہے قدر بنا لینا ٹوٹے کر دینے ہندوستان دے نیں(۳۳)

قائداعظم کے اس مشن کے لئے پنجابی شاعری کے بھرپور تعاون کا اندازہ اس نعرے سے بخوبی ہوسکتا ہے:

اسیں پاکستان بناواں گے
نہیں کسے کولوں گھبراواں گے
ایہہ لائی اگ فرنگی نے
ایس ہندو سکھ دے سنگی نے
اتے مونہوں موت چا منگی نے
اسیں وچ میدان آواں گے
اسیں پاکستان بناواں گے(۳۴)

اس زمانے کی پنجابی شاعری کو اس بات کا مکمل ادراک تھا:

کسے نال نہیں رکھنا سانجھ گیڑا، لینا اے کلیاں حق برطانیاں توں
سوہنا دیس وساکے دسنا، کرنا نہیں دریغ قربانیاں توں
لک بنھ مسافر الف وانگوں کھلا جا بجا پیاں دے بھار رہنا ایں
لانی اکھ فیروز نہیں چین کرنا پاکستان لئی برسرپیکار رہنا ایں(۳۵)

پنجابی شاعری نے مسلمانوں کو ایک نئی مملکت اسلامیہ کے قیام کا یقین ان الفاظ میں دلایا:

پاکستان بن کے رہوے گا یاد رکھو کڈے ہوئے حساب حسابیاں نے
چھتی قافلہ منزل تے پہنچنا اے چک لئے ہن قدم پنجابیاں نے
وچ جندرے دلاں دے کھول دے گی میاں لیگ دے ہتھ چابیاں نے
عشق آہر تد لوک حیران ہوسن چمے قدم جد کامیابیاں نے (۳۶)

لاہور کے بعد ملتان بھی سیاسی سماجی اور علمی ادبی سرگرمیوں کے اعتبار سے پنجاب کا ایک اہم مرکز ہے۔ تحریک آزادی میں اس علاقے کے لوگوں نے بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ بلاشبہ اس علاقے کے پنجابی شاعری نے عام لوگوں کو شعور و آگہی عطا کی اور وہ متحد ہو کر آزادی کی تحریک میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکے۔ جب کانگریس اور اس کے ہمنوا قائداعظم اور مسلم لیگ کی پاکستان کے لئے منظم اور سیاسی جدوجہد کا سیاسی میدان میں مقابلہ نہ کر سکے تو انہوں نے غیر اخلاقی حرکتیں شروع کر دیں اور مسلم لیگ اور قائداعظم کے کرار کو مسخ کر کے عوام کے سامنے پیش کرنا چاہا تو اس علاقے کی پنجابی شاعری ان کے عظیم کردار کی محافظ بن گئی:

میری گل دا کرو اعتبار لوکو
جھنڈا لیگ دا اچا اے یار لوکو
نویں دیس دی کرو وچار لوکو
کڈھو باہر انگریزاں نوں مار لوکو
لکھو لیگ دا ناں تھاں تھاں اتے
وچ گلی محلے بازار لوکو
قائداعظمؒ اے ساڈا سنگار لوکو

جیہڑا قوم دا آپ غدار ہووے
لعنت اس تے لکھ ہزار لوکو(۳۷)

ان بے ضمیر اور بے حس لوگوں نے جس قدر تحریک پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی، پنجابی شاعری نے ان کے خلاف اسی قدر شدت سے مزاحمت کی اور گلی گلی یہ راگ الاپا:

قائداعظمؒ جیوے شالا
ویلا وسی خوشیاں والا
ہر جا سوچ یقین اجالا
آکھو رل مل سب انسان
ہن تاں بنسی پاکستان (۳۸)

افغانستان کے راستے ہندوستان داخل ہونے والے حملہ آوروں کو پنجاب کے مرکز لاہور اور پھر ہندوستان کے دیگر اہم ترین شہروں دہلی اور آگرہ تک پہنچنے کے لئے گجرات اور گوجرانوالہ کے علاقوں پر مشتمل ایک مضبوط دفاعی لائن کو عبور کرنا پڑتا تھا۔ اور اس دفاعی لائن کو عبور کرنے کا مطلب پورے ہندوستان پر فتح کی نوید ہوتا تھا۔ حریت پسندی کی اس زبردست روایت کی موجودگی میں ان علاقوں کے رہنے والے مسلمانوں کی تحریک پاکستان میں حصہ لینا اور بھرپور کردار ادا کرنا ایک فطری عمل تھا۔ تحریک آزادی میں ان لوگوں کی بھرپور شرکت کی دوسری بڑی وجہ یہاں ہونے والی جذبہ حریت سے لبریز پنجابی شاعری تھی جس نے سوئی ہوئی قوم کو جھنجھوڑ ڈالا:

مڑ ونگار اج ظالماں نوں للکار اٹھ
کھیڈ وچ دنیاوی فیر آئی اے تیری وار اٹھ
ادھم دے طوفانان وچ آہلک دی بیڑی بوڑ کے
آکھلو دنیا دے موڈھے نال موڈھا جوڑ کے(۳۹)

اس نازک ترین دور میں پنجابی شاعری نے سادہ لوح پنجابی جوان پر چالباز اور مکار ہندو بنیے کی اصل شخصیت کو آشکار کیا تا کہ نجانے میں کہیں وہ اس کے ہاتھ کا کھلونا نہ بن جائے:

مسلم اپنے دل ول خیال کرکے سمجھ لویں نہ دل دے صفا ہندو
کہنا صاف کہ سپاں دے ہی پتر گویا مسکن جورو جفا ہندو
انہاں کدے نہ کسے نال رکھی کسے نال نہ کرن وفا ہندو
کسے گل بیٹھاں متاں لیا کے تے لین اپنے نال رلا ہندو(۴۰)

اس کے ساتھ ہی یہ درس بھی دیا:

جاگ مسلمان جاگ ذرا ہن اپنیاں اکھاں کھول
حالت تیری ہر اک تھاں ویکھی ڈاڈھی ڈانواں ڈول
اٹھ ذرا ہن توں اپنی سرت سنبھال مولا وقت لیا یا اے
فیصلہ تیری قسمت دا ہن تیرے ہتھیں آیا اے
اٹھ ہن پاکستان بنا جے توں زندہ رہنا ایں
دشمن تیرا کل جہاں جھوٹ نہ میرا کہنا ایں
اٹھ اپنے کردار نال راضی رب نوں کرلے توں
پھر اس دے انعاماں نال جھولی اپنی بھرلے توں(۴۱)

....

اٹھ جاگ مسلمان تے دنیا نوں جگادے
ہن لیگ دے پیغام نوں گھر گھر نوں پہنچا دے
مدت دا تیرا حق ہے غیراں نے دبایا
افسوس مسلماناں تینوں خیال نہ آیا
رل لیگ دے سنگ قوم دی وگڑی نوں بنا دے(۴۲)

اٹھ پاکستان بنا مسلم توں اپنا حکم چلا مسلم
پاکستاں جدوں بن جاوے گا فیر آپ خضر شرماوے گا
رو رو خضر کرلاوے گا کہے مینوں نال رلا مسلم
اٹھ پاکستان بنا مسلم توں اپنا حکم چلا مسلم(۴۳)

جتنا بڑا مقصد ہو اس کے حصول کے لئے اتنی ہی بڑی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مسلمانان ہند کا علیحدہ وطن کا مطالبہ بھی کوئی معمولی بات نہ تھی۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اس مطالبے کے حصول کے لئے کتنی قربانیاں دی گئیں۔ ان قربانیوں کے پس منظر میں پنجابی شاعری کا کردار بھی نا قابل فراموش ہے:

سر کٹانا اے نبی دی شان دے اتے ایہہ فرض ہویا اے مسلمان دے لئی
کائنات جہڑی تسی ویکھدے او پیدا کیتی رب نبی دی شان دے لئی
مسلمان جہان دے لئی ہویا ایہہ جہان سارا اے مسلمان دے لئی
اج زندگی موت وی میر سمجھیں مسلمان دی ہے پاکستان دے لئی(۴۴)

یہ حقیقت ہے کہ مایوسی اور کسمپرسی کی شکار قوم کو پنجابی شاعری نے ذہنی طور پر تحریک آزادی میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل بنایا۔ سیالکوٹ بھی جغرافیائی اعتبار سے پنجاب کا ایک اہم ترین حصہ ہے۔ یہاں کی پنجابی شاعری نے بھی عوام کو کھلے عام یہ پیغام دیا:

پاکستان بنانا ایں اساں پاکستان بنانا ایں
پاکستان دا جھنڈا سب توں اچی تھاں لانا ایں
ساڈی مسلم لیگ اے پیاری
کانگرس دی مت جنہیں ماری
جت لینا ایں قائداعظمؒ
نہرو ہر جانا ایں اساں پاکستان بنانا ایں(۴۵)

اس گھمبیر صورتحال کا پنجابی شاعری نے ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا اور عوام کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی:

کنب گئے زمین آسمان دونویں گڈی چڑھی ایسی ظلم جبر دی اے
دابے دھمکیاں جور جفا اودھر ایدھر انتہا میرے صبر دی اے(۴۶)

جب ارادے پختہ ہوں اور نظر خدا پر ہو تو راہ کتنی بھی کٹھن کیوں نہ ہو منزل مل ہی جاتی ہے۔ پنجابی شاعری نے عوام کو پختہ عزم بھی دیا اور خدا پر بھروسے کا درس بھی:

ڈول جانا قولاں دا کم ناہیں غرق ہو جانی ہندوستان راجہ
سیالکوٹ دی صفت عنایت کردا بن جاوے گا پاکستان راجہ (۴۷)

اٹک تاریخی اعتبار سے پنجاب کا ایک اہم علاقہ رہا ہے۔ یہاں بھی پنجابی شاعری نے لوگوں کو مسلمان لیڈروں کا پیغام پہنچایا:

وت آیا اقبال
جہڑا شاعر اسلام
اوس دتا ایہہ وسال
اسی ایہہ آں مسلمان
انگریزاں ہندواں نی
نہیں کرنی غلامی
ایتھے بنسی پاکستان
حکم ربے نے نال (۴۸)

....

اساں پاکستان بنانا ایں
ایتھوں کڈھنا بھڑے گوریاں واں
تے اپنا راج چلانا ایں(۴۹)

پاکستان کے لئے اس علاقے کے لوگوں کی جدوجہد کے پیچھے ان کا پختہ عزم اور زبردست جذبہ ایمان موجود تھا۔ جس کی پنجابی شاعری نے یوں عکاسی کی:

اسی سچے مسلمان
ساڈا کلمہ تے ایمان
گھن کے رہساں پاکستان(۵۰)

مظفر گڑھ اور اس کے گردو نواح کے علاقوں میں بھی تحریک آزادی کے دوران پنجابی شاعری نے اس تحریک کی روح رواں کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہ درس دیا:

یوسف مرد مجاہد بن کے وچ میدان دے آوٗ
بن کے غازی کرکے ہمت حوصلہ چا ڈکھلاوٗ
ہوسی خالق دی امداد سدا
ساڈی ایہا دعا ہے گھڑی گھڑی (۵۱)

....

مجاہد بے دیناں دی چوٹی پکڑ کے
منا جوڑ کتیاں دیاں سریاں رگڑ کے(۵۲)

میانوالی کی اکثریت مسلمان ہے۔ یہ لوگ غربت، افلاس، تنگدستی اور معاشی بدحالی میں گھرے ہونے کی وجہ سے تعلیمی پسماندگی کا شکار تھے۔ اس علاقے کی معیشت پر ہندو ساہوکار کا مکمل کنٹرول تھا۔ دولت کے بل بوتے پر اس نے ضمیر فروش مولوی کے ذریعے اہل علاقہ کی اسلام سے محبت اور مولوی پر اندھے اعتماد کا ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا تو اس علاقے کی پنجابی شاعری پوری قوت کے ساتھ دوقومی نظریے کی محافظ بن کر سامنے آ گئی:

ہندو مسلم قوم ہکا ہے آکھن کجھ ملوانے
کیں چاماری مت انہاں دی ایہہ گل اللہ جانے

اللہ پاک تے پاک نبی دے بھل گئے کیوں فرمانے
مسلم قوم ہے سب توں وکھری آیا وچ قرآنے(۵۳)

اس طرح اس بے ضمیر مولوی کا کردار عوام پر آشکارا ہوا:

مولوی کجھ تے تھی گئے لاٹوں میماں دے جسم جو ڈٹھے
اوہ آکھن یار فرنگی ساڈے نیناں دے کرم جو ڈٹھے
بے کجھ مولوی ہندواں اتے بھوں دام جو ڈٹھے
مسکین سیّدا جناحؒ نال تھیا اتے حق دا علم جو ڈٹھے(۵۴)

اس علاقے کی پنجابی شاعری نے قائداعظمؒ اور مسلم لیگ کی ترجمانی ان الفاظ میں کی:

مسلم لیگ اسلام دی خاطر آگئی وچ میدانے
انگریزاں نوں جناح چا آکھیا میں لینا پاکستانے(۵۵)

....

مسلم لیگ جناحؒ دی نشانی ہے اللہ دی
کفر کن النبی بھادی کافراں نوں دیندی اکھا دی
گاندھی ماندھی سڑ گئے جویں مٹھ کپاہ دی
مسلم لیگ جناحؒ دی نشانی ہے اللہ دی(۵۶)

بلاشبہ یہ پنجابی شاعری کا ہی اعجاز تھا کہ جس نے یہاں کے عوام میں حقیقت سے آشنائی کا شعور اور منزل تک رسائی کا جذبہ پیدا کیا۔ اور قائداعظم کی قیادت میں اس تحریک کی کامیابی کا پرچار تمام رکاوٹوں کے باوجود جاری رکھا:

جناح آیا جناحؒ آیا
اوہ حق دا بادشاہ آیا
سچائی دا گواہ آیا
اوہ بن ساڈی پناہ آیا

فرنگی نوں جھکا ڈیسی
تے پاکستان بنا ڈیسی (۵۷)

ڈیرہ غازی خان بھی ایک دور افتادہ پسماندہ علاقہ ہے۔ اس علاقے کے وڈیروں، زمینداروں اور جاگیرداروں نے جان بوجھ کر اس علاقے میں کبھی روزگار کے مواقع پیدا ہی نہ ہونے دیئے۔ اسی طرح اپنی چوہدراہٹ کو قائم رکھنے کے لئے تعلیم کو بھی عام نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ تھی کہ عام لوگ اپنے جسم اور روح کے رشتے کو برقرار رکھنے کے لئے ان جاگیرداروں اور عہدے داروں کی غلامی کرنے پر مجبور تھے۔تحریک پاکستان کے دوران یہاں کے اکثر وبیشتر جاگیرداروں کے مراسم پنجاب کے ان جاگیرداروں اور عہدے داروں کے ساتھ مستحکم تھے جن کا تعلق یا تو کانگرس کے ساتھ تھا یا پھر یونینسٹ پارٹی کے ساتھ۔ اور یہ دونوں جماعتیں تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی سخت ترین مخالف تھیں۔ یہاں پنجابی شاعری نے اس حقیقت کا اظہار یوں کیا:

آزادی ہے سرمایہ داریں دی قیدن
نوابیں اتے تمنداریں دی قیدن
سیٹھیں اتے ساہوکاریں دی قیدن
فرنگی دے اچیں دیواریں دی قیدن
ایہہ اچیاں دیواراں پھنسیں تے ملسی
ایہنا دے لہووچ کلسیں تے ملسی (۵۸)

اورعوام کو یہ درس دیا:

اٹھی جاگ راہبر قوم دا کجھ ہوش کر ہشیار تھی
سبھ خلق تیڈی تاڑوچ سٹ نندرتے بیدار تھی (۵۹)

اس علاقے کی پنجابی شاعری نے مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کو اس طرح

اجاگر کیا:

ویدیں دا قائل نہ ودوان دا ہے
مسلمان پابند قرآن دا ہے
وطن پاک مقصد مسلمان دا ہے
پاکستان ہن جزو ایمان دا ہے(۶۰)

حیرت کی بات ہے کہ ۱۹۴۰ء تک اس علاقے میں مسلم لیگ کا وجود تک نہ تھا مگر صرف چھ سال کے قلیل عرصے میں یہ جماعت اس علاقے کی اتنی مقبول جماعت بن گئی کہ یہاں کے غریب اور محکوم لوگ جاگیردار کے مقابلے میں اس جماعت کے شانہ بشانہ چلنے لگے۔ اس علاقے میں تحریک آزادی کے حوالے سے یہ پنجابی شاعری کی ایک بہت بڑی کامیابی تھی جس نے ہر دم یہ نعرہ بلند کئے رکھا تھا:

زبانی کلامی نہیں ساڈا دعویٰ
ڈکھاوا نہیں جھنڈا ایہہ ساوا ساوا
ایہہ آتش فشاں مرد مومن دا آوا
ابل پیا اے اے ملت دی غیرت دا لاوا
کفر دے پہاڑیں کوں پاڑوں پٹیسوں
اساں نیل تا کاشغر جھنڈے لیسوں(۶۱)

پنجابی شاعری نے اس علاقے کے کمزور اور مفلوک الحال مسلمانوں کو جرات اور حوصلے کا درس دیا:

آ مومن محمد علیؒ نال ٹھ ونج
پاکستان دی گالھ تے پک بہہ ونج

مہاشے دے جڑ جڑ کے جوئیں کوں ڈھ ونج
تے ڈنڈے دے ہڈ چاکے وہیڑیں ڈو بہہ ونج
ہری جپ جپ ول ایہہ بیان ڈیسی
ایہدا پیو وی کھل کھل پاکستان ڈیسی(۶۲)

جھنگ کے علاقے میں بھی زمیندار، جاگیردار، علماء اور پیر پیشوا ایسے لوگ ہیں جن کے ہاتھوں میں عوام کی ڈوریں تھیں۔ آزادی کی تحریک کے دوران جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا رویہ عام لوگوں سے یکسر مختلف تھا انگریزوں کے مراعت یافتہ اور خیر خواہ ہونے کے ناطے ان کی تمام تر ہمدردیاں کانگریس اور یونینسٹ پارٹی کے ساتھ تھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے ان تعلقات کو نبھانے کے لئے عام لوگوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش بھی کی جس کا تذکرہ اس زمانے کی پنجابی شاعری میں موجود ہے:

اوتھے محمد علی حیات دا منکر ہوگیائے اوس جہانی مراد دے مصلی نال بہوں پیئے کیتے ہین جھیڑے
آہندا جہانی جے ووٹ یونس دیویں تیرے اگے نالوں منصب چھڈ ساں اچیرے
جہانی جے ووٹ مسلم لیگ تے دیویں شوری مانیکی کیویں کریسیں دا بہہ بسیرے(۶۳)

اس صورتحال میں غریب مزارع کو قائداعظم کی ذات میں ایک نجات دہندہ نظر آرہا تھا۔ وہ جاگیردار کے سامنے کھڑا ہوکر یہ کہنے کے قابل ہوگیا تھا:

جہانی آہندا! چوہدری بھوئیں تیری اوہ پئی ہوئی آتینوں جھل جاسن ہور مزیرے
چوہدری اگے جے پیو دا دے ساہنیاں دیاں کھڈاں پیتاں بچیاں چرکا جھیا لدھا اے
دین نبی دا مرادی کیاں مصلیاں ہن کوئی نونہہ جاونا کفر دے نیڑے(۶۴)

اس علاقے کی پنجابی شاعری نے لوگوں پر کیا اثر ڈالا اس کا اندازہ ہمیں درج ذیل واقعے سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

"نواں کوٹ جھنگ میں پیر حیات شاہ نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔ سامعین

کی ایک بہت بڑی تعداد ان کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے اور ان کا خطبہ سننے کے لئے اکٹھی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ وہاں بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں علمائے کرام کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ہر عالم اور مقرر کو اپنی بات کرنے کے لئے چند منٹ کا وقت دیا گیا۔ آخر میں جلسے میں موجود پنجابی شاعر خان محمد کی باری آئی تو پیر حیات صاحب نے فرمایا! خان محمد اب ٹائم تمہاری مرضی کا۔ پھر فرمانے لگے کہ میں نے ساٹھ سال اس علاقے کے مسلمانوں کو قرآن سنایا ہے مگر ان ساٹھ سالوں میں کسی ایک آدمی نے بھی مجھے آکر یہ نہیں کیا کہ شاہ صاحب دعا فرمائیں اللہ کریم اگلے گناہوں کی معافی عطا فرمائے اور میں آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں۔ مگر بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے مسلم لیگ کے ساتھ دھوکہ کیا خان محمد نے ان لوگوں کی باتیں اپنی شاعری میں کی ہیں تو کوئی لوگ میرے پاس آکر معافی مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس خان محمد سے کہئے کہ اب ہمارا پیچھا چھوڑدے آئندہ اگر انتخابات کی نوبت آئی تو ہم کانگریس یا یونینسٹ پارٹی کے راستے میں سے بھی نہیں گزریں گے۔ اس سے مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ قرآن مجید کی زبان عربی ہے اور ان لوگوں کی زبان پنجابی ہے۔ پنجابی ان کی مادری زبان ہے جسے یہ اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے کلام کا اثر ان پر زیادہ ہوا۔"(۶۵)

اسی طرح یہاں کی پنجابی شاعری نے نادان مسلمانوں کو یہ سبق دیا:

تیرا اوہو مخدوم ہے جو لیگ دا خادم بنے
میں منیا توں احرار ہیں

سرہد دا خدمتگار ہیں
توں کانگریس وچ ہے اجن
گاندھی نہیوں تیرا سجن(٦٦)

امرتسر اگرچہ پاکستان کا حصہ تو نہ بن سکا مگر یہاں کے لوگوں کو تادم آخر یہ یقین ضرور تھا:

مسلم لیگ جماعت پیاری کیتے قول نبھاوے گی
ان شاء اللہ قوم دی بیڑی یارو پار لاوے گی
ایہہ گل میری سنو بھراؤ
مسلم لیگ دا ساتھ نبھاؤ
سارے مل کے زور لگاؤ
ہمت رنگ لیاوے گی
مسلم لیگ جماعت کیتے قول نبھاوے گی(٦٧)

باقی علاقوں کی طرح یہاں بھی پنجابی شاعری نے مسلم لیگ کے لئے بھرپور الیکشن مہم چلائی اور مسلمانوں کو یہ درس دیا:

لا لے مسلم لیگ دے نال پریت
دلدار آ جا ووٹ پا جا کم بنا جا
لا لے مسلم لیگ دے نال پریت(٦٨)

تاریخ شاہد ہے اسلام کو جب بھی قربانی کی ضرورت پڑی مسلمان ماؤں نے اپنے جگر گوشے دین کی آبرو پر قربان کئے۔ تحریک پاکستان میں بھی مسلمان ماؤں نے تاریخ دہرائی۔ پنجابی شاعری نے ماؤں کے جذبات کی یوں عکاسی کی:

ماں!
ویکھن سینما چلیاں ایں غازیاوے یا مسلم لیگ وچ نام لکھوان چلیایں

بتی دھاراں بخشاں گی فیر تینوں جے رسول دی شان ودھان چلیایں
مددگار ضیاء سچا رب تیرا پاکستان جے توں بنان چلیایں(۶۹)

پنجابی شاعری نے مسلمان ماؤں کا پیغام ان کے جگر گوشوں تک پہنچایا بلکہ نوجوان نسل میں جذبہ جہاد اور غیرت ایمانی اجاگر کرنے کی ہر ممکن کوشش بھی کی:

توں اے غازی شیر جوان سب توں اچی تیری شان
غازی جد میدان وچ گجے کافر چھڈ میدان نوں بھجے
کوئی نہ دسے کھبے سجے ہر پاسے ایہہ نعرہ وجے
لے کے رہنا پاکستان توں اے غازی شیر جوان(۷۰)

یہ کہنا بے جا نہیں کہ یہ پنجابی شاعری کی جہد مسلسل کا ثمر ہی تھا کہ مسلمان ہند کی آواز میں یہ یقین اعتماد پیدا ہوا:

منگتے نہیں جے منگے دان
لے کے رہواں گے پاکستان
ساڈا رہنا سہنا وکھرا
ساڈا اٹھنا بہنا وکھرا
وکھری آن تے انکھ اے وکھری
وکھرا دین ایمان
لے کے رہواں گے پاکستان(۷۱)

امرتسر کی طرح گورداسپور، جالندھر اور لدھیانہ وغیرہ بھی ایسے ہی علاقے تھے جو پاکستان کا مقدر نہ ہو سکے مگر ان علاقوں میں بھی پنجابی شاعری نے لوگوں کے جذبات کو گرمایا ضرور:

حریت دا پرچم اڑاندا چلا جا
غریباں دی قسمت جگاندا چلا جا

کوئی وی کسے نوں نتھاواں کہوے نہ
کوئی وی انسان دکھڑے سہوے نہ
غلامی دا جتھے ناں تک رہوے نہ
توں اوہ پاک وستی وساندا چلا جا
حریت دا پرچم اڑاندا چلا جا(۷۲)

پنجابی شاعری نے مسلمانوں کے جذبہ حریت کو اجاگر کرنے کے لئے اپنا کردار بطریق احسن ادا کیا:

میں تلوار لے کے جدوں پیر پٹاں
میں جتھے دھراں پیر پچھے نہ ہٹاں
طوفانان نوں ڈکاں پہاڑاں نوں کٹاں
اج تائیں خیبر نوں نے یاد سٹاں
نشہ کانگریس دا میں سارا اتاراں
وطن اپنالے کے تے پاواں پکاراں (۷۳)

تحریک پاکستان اپنے فیصلے کن دور میں داخل ہوئی تو اس کے پس منظر میں پنجابی شاعری کا یہ پرچار موجود تھا:

اٹھ مومنا ہوش وچ آ آزادی دی تحریک چل پئی
ہو جاویں آزاد تینوں ساہ آوے سکھ دا
مسلم لیگ بناں دارو کہڑا دکھ دا
قائداعظم نال کرلے وفا آزادی دی تحریک چلی پئی(۷۴)

دوران الیکشن کانگریس اور اس کی ہم نوا جماعتیں اپنے تمام تر اسباب ظاہری کے ساتھ مسلم لیگ کے اس دعوے کہ وہ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے، غلط ثابت

کرنے کے لئے میدان عمل میں آ گئیں تو کچھ ناعاقبت اندیش مسلمان بھی ان کے ہمنوا ہو گئے۔ اس صورتحال میں پنجابی شاعری نے مسلمانوں کو قائداعظم کی راہنمائی میں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے متحد ہونے کا درس دیا اور اس طرح حوصلہ بڑھایا:

مددگار خدا دی ذات ہوسی حق سچ دے ول دھیان رکھو
ساری قوم اس راہ تے تل جاوے اک مٹھ ہو کے اک جان رکھو
کانگریس احرار دے بنے روڑے چھانی چھان رکھو
ووٹ مسلم لیگ نوں تساں دینے آپ اپنی تحریک یاد رکھو۔(۷۵)

یہ پنجابی شاعری کا ہی کمال تھا کہ اس نے نعرہ پاکستان کو زبان زد عام کیا اور دشمنان پاکستان کی تمام سازشوں کو ناکام بناتے ہوئے مسلمانوں کا مورال بلند رکھا:

نعرہ پاکستان والا مومناں لائی چل
ستی ہوئی خواب وچ قوم نوں جگائی چل
خنجر ہلال اچا رکھنا نشان نوں
فیر اسلام دی وکھایئے آن بان نوں
منزلاں نے کول قدم ودھائی چل
نعرہ پاکستان والا مومناں لائی چل(۷۶)

آخر وقت تک کانگریس یہ پراپیگنڈہ کرتی رہی کہ مسلمانوں کا الگ وطن کا نعرہ محض ایک نعرہ ہی رہے گا اور عملی سطح پر وہ کبھی اس قابل نہ ہوسکیں گے کہ اپنی منزل پاسکیں۔ مگر اس کے برعکس پنجابی شاعری نے قائداعظم کی زیرِ قیادت منزل پاکستان کی طرف گامزن قافلے کو ہر قدم پر یہ یقین دہائی کرائی:

بن کے رہوے گا پاکستان
پاکستان عالی شان

مسلم لیگ دا جھنڈا کہندا
توں مسلم کیوں نہیں اٹھ بہندا
وطن اپنا وندا ایمان
بن کے رہوے گا پاکستان
ہندو ظلم دا منہ موڑاں گے
ان شاء اللہ ہن توڑاں گے
کانگرسیاں دے سارے مان
بن کر رہوے گا پاکستان(۷۷)

آخر وہ وقت بھی آ گیا کہ انگریز حکمرانوں کے ساتھ ساتھ ہندو بنیا بھی مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس موقع پر پنجابی شاعری نے اپنے یقین اور اعتماد کا اظہار اس انداز سے کیا:

پاکستان پاکستان پاکستان پاکستان
پاکستان لینوں کہڑا سانہوں روک سکدا
ہر کوئی اپنے گھراں دے اتے ہتھ رکھدا
اسی کریئے اعلان ساڈی جند ساڈی جان
پاکستان پاکستان پاکستان پاکستان(۷۸)

یہ حقیقت ہے کہ شاعری لاشعور میں چھپے ہوئے جذبات و احساسات کو شعوری سطح پر لا کر ان کی حقیقت کو سمجھنے اور ان سے مستفید ہونے کا نام بھی ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران ہونے والی پنجابی شاعری میں بھی یہ خاصیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ پنجاب میں تحریک آزادی کی کامیابی کے لئے مسلمان سیاسی راہنماؤں کی مشکلات دور کرنے کیلئے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کے تابناک ماضی کا حوالہ دے کر نفسیاتی طور پر انہیں اس قابل بنانے کی سعی کی کہ وہ اپنی پوشیدہ قوتوں کو بہتر طور پر بروئے کار لانے کے قابل ہو سکیں۔ اس طرح

پنجابی شاعری نے مسلمانوں کو مایوسی کے اندھیروں سے نکال کر امید اور یقین کے اجالوں میں لا کھڑا کیا۔

کہا جاتا ہے کہ تحریک آزادی کے دوران ہونے والی اس شاعری میں زیادہ ورتھ موجود نہیں کیونکہ یہ وقتی جذبات کے تحت کی گئی۔ مگر اس حقیقت سے بھی چشم پوشی ممکن نہیں کہ سامنے آنے والے ان وقتی جذبات کے پس منظر میں ایک پوری تاریخ اور زبردست تحریک موجود تھی جس نے آج بھی اس شاعری کو زندہ رکھا ہوا ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ شاعری ایک خاص مقصد کے تحت کی گئی لیکن پھر بھی یہ اس لحاظ سے عظیم ہے کہ اس نے نہ صرف اس دور کی ادبی ضرورتوں کو پورا کیا بلکہ اپنے مقصد کے حصول میں بھی کامیابی حاصل کی۔ اس دور کی شاعری نے ایک واعظ کا کردار ادا کیا اور مخالفین کی چالوں اور سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے مسلمان سیاسی راہنماؤں اور عوام کے درمیان رابطے میں ایک پل کا کردار بھی ادا کیا۔ اس نے نہ صرف حکومتی ظلم و جبر اور تشدد آمیز پالیسیوں کی مخالفت کی بلکہ اسلامی نظریات کا پرچار بھی کیا۔

مختصراً یہ کہ تحریک آزادی کے فیصلہ کن مرحلے کا آغاز ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو پنجاب کے مرکز لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے انعقاد سے ہوا۔ اس کٹھن ترین مرحلے میں پنجابی شاعری نے فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہوئے پنجابی مسلمانوں کو مخالفین کی تمام تر کوششوں کے باوجود متحد رکھا، ان کے ارادوں کو استحکام بخشا اور انہیں کسی لمحہ بھی مایوسی کی دلدل میں پھنسنے نہیں دیا حتیٰ کہ کامیابی نے ان کے قدم چومے اور انہیں اپنی منزل حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود تحریک آزدی میں بھرپور کردار ادا کرنے والی یہ شاعری اپنی پوری زندگی اور شادابی کے ساتھ ہر دل کی دھڑکن ہے۔

☆......☆......☆

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ہدایت اللہ خان، چوہدری: اسلامی تاریخ پاکستان و ہند ص ۱۴۷۔ لاہور: علمی کتابخانہ ۱۹۷۴ء.

۲۔ بحوالہ سابق۔ ص ۲۰۶۔ احمد ریاض الہدیٰ: مسلم سلطنت ہند کا زوال. ص ۲۳۹. لاہور: علمی کتاب خانہ۔ ۱۹۹۶ء

۳۔ نجابت: نادر شاہ دی وار. لاہور: پنجاب ادبی بورڈ. ۱۹۹۷ء

۴۔ سعید لخت : نادر شاہ درانی. فیروز سنز انسائیکلوپیڈیا. ص ۹۸۰۔ لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ. ۱۹۸۷ء

۵۔ اسلم رانا ، ڈاکٹر :"تحریک آزادی وچ ماں بولی دا حصہ". "سانجھ وچار" ص ۳۲۱. مرتب: سعید بھٹا. لاہور: اے ایچ پبلشرز. ۱۹۹۷ء

۶۔ سعید لخت : نادر شاہ درانی، فیروز سنز انسائیکلوپیڈیا ص ۶۳۴. لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ. ۱۹۸۷ء

۷۔ بحوالہ سابق. حضرت شاہ عبد العزیزؒ ص ۶۳۳

۸۔ بحوالہ سابقہ. اسماعیل شاہؒ. ص ۸۴

۹۔ ہدایت اللہ خان، چوہدری: اسلامی تاریخ پاکستان و ہند ص ۲۲۰. لاہور: علمی کتابخانہ. ۱۹۷۴ء

۱۰۔ سعید لخت : رنجیت سنگھ، مہاراجہ. فیروز سنز انسائیکلوپیڈیا ص ۵۲۳. لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ. ۱۹۸۷ء

١١۔ اسلم رانا ، ڈاکٹر :" تحریک آزادی وچ ماں بولی دا حصہ". سانجھ وچار ص ٣٢٢.
مرتب: سعید بھٹا. لاہور: اے ایچ پبلشرز. ١٩٩٧ء
١٢۔ بحوالہ سابق ، ص ٣٢٤
١٣۔ عبداللہ ملک: پنجاب کی سیاسی تحریکیں ص ٣٠. لاہور: نگارشات پبلیکیشنز. ١٩٧١ء
١٤۔ بحوالہ سابق ، ص ٣١
١٥۔ اشتیاق حسین قریشی: جدوجہد پاکستان ص ٢٦. ترجمہ: ہلال احمد زبیری. کراچی: شعبہ تعلیم و تالیف ، کراچی یونیورسٹی. ١٩٩٩ء
١٦۔ ریاض احمد شاد:" جدید شاعری". سانجھ وچار. ص ٧٠٣. مرتب: سعید بھٹا.
لاہور: اے ایچ پبلشرز. ١٩٩٧ء
١٧۔ بحوالہ سابق ، ص ٧٠٠
١٨۔ بحوالہ سابق ، ص ٧٠٤
١٩ بحوالہ سابق ، ص ٧٠٤
٢٠۔ بحوالہ سابق ، ص ٧٠٣
٢١۔ بحوالہ سابق ، ص ٧٠٣
٢٢۔ عبداللہ ملک: پنجاب کی سیاسی تحریکیں ص ٨٧تا٩٢. لاہور: نگارشات پبلیکیشنز. ١٩٧١ء
٢٣۔ بحوالہ سابق ، ص ٨٧
٢٤۔ بحوالہ سابق ، ص ٥٢
٢٥۔ اقبال صلاح الدین: تاریخ پنجاب ص ٥٩٦. لاہور: عزیز پبلشرز. ١٩٧٤ء
٢٦۔ بحوالہ سابق ، ص ٦١١
٢٧۔ استاد چراغ دین عشق لہر بحوالہ شہباز ملک :" آزادی دے مجاہد لکھاری". چونواں پنجابی ادب. ص ١٤٢. لاہور: تاج بکڈپو. ١٩٩٨ء

۲۸۔ محمد رفیع اختر لاہوری بحوالہ شہباز ملک."پاکستان دی تحریک تے پنجابی ادب". چھماہی کھوج .ص ۳۸۔۳۹. لاہور: شعبہ پنجابی ، پنجاب یونیورسٹی. جولائی۔ دسمبر، ۱۹۷۹ء

۲۹۔ خان مستانہ بحوالہ شہباز ملک: پنجابی ادب تے منزل پاکستان .ص ۱۲۹. لاہور: عزیز بک ڈپو، ۱۹۹۵ء

۳۰۔ محمد رفیع اختری لاہوری بحوالہ شہباز ملک: "آزادی دے مجاہد لکھاری" .چونواں پنجابی ادب .ص ۱۴۲.لاہور: تاج بکڈپو. ۱۹۹۸ء

۳۱۔ استاد چراغ دین عشق لہر بحوالہ شہباز ملک: آزادی دے مجاہد لکھاری. "چونواں پنجابی ادب".ص ۱۴۲. لاہور: تاج بکڈپو، ۱۹۹۸ء

۳۲۔ حافظ عبد الرحمان عرف بابا کمالا بحوالہ شہباز ملک: پنجابی ادب تے منزل پاکستان . ص ۱۱۰.لاہور : عزیز بکڈپو. ۱۹۹۵ء

۳۳۔ محمد حنیف قدر. بحوالہ سابق، ص ۱۰۳

۳۴۔ میراں بخش واقف. بحوالہ سابق ، ص ۱۰۳

۳۵۔ فیروز دین فیروز. بحوالہ سابقہ، ص ۱۰۴

۳۶۔ استاد چراغ دین عشق لہر بحوالہ شہباز ملک: آزادی دے مجاہد لکھاری. چھماہی کھوج. ص ۲۶.شمارہ ۱۵۔۱۶ ، لاہور: شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی . جولائی۔ دسمبر ۱۹۸۵ء

۳۷۔ فقیر الدین بانولہ بحوالہ انور جمال، پروفیسر: "تحریک آزادی وچ ماں بولی دا حصہ". ملتان، تماہی، پنجابی ادب. لاہور ص ۳۰ جلد۲ شمارہ ۱، جنوری فروری مارچ ۱۹۸۸ء

۳۸۔ منشی اللہ دتہ گامن بحوالہ سابق،ص ۳۰

۳۹۔ فقیر محمد فقیر، ڈاکٹر: مواتے.ص ۳۰. لاہور: آئینہ ادب . ۱۹۶۹ء

۴۰۔ ملک عبد القادر خوشتہ نوشاہی بحوالہ شہباز ملک: پنجابی ادب تے منزل پاکستان. ص ۱۴۲۔۱۴۳۔لاہور: عزیز بک ڈپو. ۱۹۹۵ء

۴۱۔ ظہیر نیاز بیگی بحوالہ شہباز ملک: ''آزادی دے مجاہد لکھاری''. چونواں پنجابی ادب ص۱۴۲.لاہور: تاج بکڈپو. ۱۹۹۸ء

۴۲۔ سید فضل حسین مدنی بحوالہ شہباز ملک: پنجابی ادب تے منزل پاکستان.ص ۹۹. لاہور: عزیز بک ڈپو

۴۳۔ غلام احمد کاتب بحوالہ سابق،ص ۱۱۶

۴۴۔ محمد دین میر بحوالہ سابق ،ص۱۰۳

۴۵۔ ساحل فارانی بحوالہ شہباز ملک: پاکستان دی تحریک تے پنجابی ادب. چھماہی، کھوج. ص ۴۱. لاہور: شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی .جولائی۔ دسمبر ۱۹۷۹ء

۴۶۔ سائیں حیات پسروری بحوالہ عادل صدیقی: ''سائیں حیات پسروری۔ حیاتی تے شاعری''. چھماہی، کھوج.ص ۳۸. لاہور: شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی. جولائی۔ دسمبر ۱۹۸۸ء

۴۷۔ صوفی عنایت علی عنایت بحوالہ سعادت علی ثاقب : صوفی عنایت علی عنایت مرحوم . چھماہی، ''کھوج''،ص ۹۳. لاہور: شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی . شمارہ ۱۵۔۱۶ جولائی۔ دسمبر ۱۹۸۵ء جنوری۔ جون۔ ۱۹۸۶ء

۴۸۔ فضل داد بحوالہ محمد عظیم بھٹی: تحریک آزدی وچ ماں بولی دا حصہ۔ اٹک .تماہی پنجابی ادب لاہور.ص ۴۲. جلد۲ ، شمارہ ۱، جنوری فروری، مارچ ۱۹۸۸ء

۴۹۔ بحوالہ سابق ،ص۴۲

۵۰۔ بحوالہ سابق،ص ۴۲

۵۱۔ یوسف مدرس سیت پوری بحوالہ سجاد حیدر، پروفیسر: ''تحریک آزادی وچ ماں بولی دا حصہ۔ مظفر گڑھ تماہی'' . پنجابی ادب.ص ۲۲. لاہور. جلد۱ شمارہ۴ ، اکتوبر نومبر دسمبر، ۱۹۸۷ء

۵۲۔ یتیم جتوئی بحوالہ سابق، ص ۱۰

۵۳۔ مولانا حکیم محمد امیر علی شاہ مخلصؔ (غمناک کانگوی) بحوالہ نصیر شاہ، سید: ''تحریک آزادی وچ ماں بولی دا حصہ۔ میانوالی''. تماہی پنجابی ادب. ص ۸. لاہور. جلد ۱، شمارہ ۳، جولائی اگست ستمبر ۱۹۸۷ء

۵۴۔ سیدا مسکینؔ بحوالہ سابق، ص ۱۰

۵۵۔ بھریم (ابراہیم) بحوالہ سابق، ص ۹

۵۶۔ خان محمد بحوالہ سابق، ص ۹

۵۷۔ بحوالہ سابق، ص ۹

۵۸۔ سائیں غلام رسول ڈڈا بحوالہ طاہر تونسوی، ڈاکٹر: تحریک آزادی وچ ماں بولی دا حصہ۔ ڈیرہ غازی خان، جھنگ. تماہی ''پنجابی ادب''. ص ۱۴۔۱۵. لاہور. جلد ۱ شمارہ ۲ اپریل مئی، جون ۱۹۸۷ء

۵۹۔ بابا شیر محمد پاکستانی. بحوالہ سابق، ص ۱۴

۶۰۔ سائیں غلام رسول ڈڈا. بحوالہ سابق ص ۱۴-۱۵

۶۱۔ بحوالہ سابق، ص ۱۴-۱۵

۶۲۔ بحوالہ سابق، ص ۱۴

۶۳۔ بحوالہ سابق، ص ۱۷ تا ۱۹

۶۴۔ بحوالہ سابق، ص ۱۷ تا ۱۹

۶۵۔ بحوالہ سابق، ص ۱۸

۶۶۔ شیر افضل جعفری بحوالہ شہباز ملک: پنجابی ادب تے منزل پاکستان. ص ۱۲۶. لاہور: عزیز بک ڈپو. ۱۹۹۵ء

۶۷۔ امام دین مجاہد، بحوالہ سابق، ص ۱۱۳۔۱۱۴

۶۸۔ ملک عطاء اللہ عزت، بحوالہ سابق، ص ۱۱۰۔۱۱۱

۶۹۔ ملک ضیاء اللہ ضیاءؔ، بحوالہ سابق، ص ۱۱۱

۷۰۔ غلام محمد نقشؔ، بحوالہ سابق، ص ۱۲۳

۷۱۔ حافظ امرتسری، بحوالہ سابق، ص ۱۱۷

۷۲۔ طالب جالندھری، بحوالہ سابق، ص ۳۶۔

۷۳۔ عبدالغفور اطہرؔ، بحوالہ سابق، ص ۱۱۱۔۱۱۲

۷۴۔ عبدالمجید کریام والا، بحوالہ سابق، ص ۱۲۸

۷۵۔ بحوالہ سابق، ص ۱۲۷

۷۶۔ طالب جالندھری، بحوالہ سابق، ص ۱۵۰

۷۷۔ صحرائی گورداسپوری بحوالہ، شہباز ملک: ''آزادی دے مجاہد لکھاری''. چونواں پنجابی ادب.ص ۱۴۷. لاہور: تاج بک ڈپو

۷۸۔ طالب جالندھری، بحوالہ سابق، ص ۱۴۸

❁ ...... ❁ ...... ❁